رسائل و مسائل

غلافِ کعبہ کی نمائش اور اس کا جلوس

سوال۔ حال ہی میں بیت اللہ کے غلاف کی تیاری اور نگرانی کا جو شرف پاکستان اور آپ کو ملا ہے وہ باعثِ فخر و سعادت ہے، مگر اس سلسلے میں بعض حلقوں کی جانب سے اعتراضات بھی وارد ہوئے ہیں۔ ان میں سب سے پہلے تو آپ کی نیت پر حملے کیے گئے ہیں، اور یہ کہا گیا ہے کہ دراصل آپ اپنے اور اپنی جماعت کے داغ مٹانا اور اپنی پبلسٹی کرنا چاہتے تھے اور آئندہ انتخابات میں کامیابی کے خواہاں تھے، اس لیے آپ نے اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیا تاکہ شہرت بھی حاصل ہو اور الیکشن فنڈ کے لیے لاکھوں روپیہ بھی فراہم ہو۔ اس کے بعد بعض اعتراضات اصولی اور دینی رنگ میں پیش کیے گئے ہیں۔ مثلاً یہ کہا گیا ہے کہ:

۱۔ غلافِ کعبہ کو قرآن و حدیث میں شعائر اللہ کے زمرے میں شمار نہیں کیا گیا، اس لیے عملاً یا اعتقاداً اس کی تقدیس و تعظیم ضروری نہیں، یہ بس کپڑے کا ایک ٹکڑا ہے، اس سے زائد کچھ نہیں، خواہ یہ کعبے کی نیت سے بنے یا نہ بنے۔ کعبے سے کسی طرح کا تعلق رکھنے والی اگر ہر شے کا شمار شعائر اللہ میں ہونے لگے اور اس کی تعظیم لازم سمجھی جائے تو پھر تعمیر کعبہ کے لیے جانے والا پتھر یا اس طرح کی دوسری اشیا بھی قابلِ تعظیم ٹھیریں گی۔

۲۔ غلاف کی نمائش و زیارت اور اسے جلوس کے ساتھ روانہ کرنا ایک بدعت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلافتِ راشدہ کے دور میں کبھی ایسا نہیں کیا گیا، حالانکہ

غلاف اس زمانے میں بھی چڑھایا جاتا تھا۔ اگر غلاف کی نمائش کرنا اور اس کا جلوس نکالنا جائز ہے تو پھر ہدی کے اونٹوں کا جلوس کیوں نہ نکالا جائے جنہیں قرآن نے صراحت کے ساتھ شعائر اللہ قرار دیا ہے۔

۳۔ جو غلاف ابھی چڑھایا نہ گیا ہو بلکہ چڑھانے کے لیے تیار کیا گیا ہو وہ تو محض کپڑا ہے، آخر وہ کیسے متبرک ہو گیا کہ اس کی زیارت کی اور کرائی جائے اور اسے اہتمام کے ساتھ جلوس کی شکل میں روانہ کیا جائے۔ پھر جو غلاف خانہ کعبہ سے اترتا ہے اس کی تعظیم و تکریم کیوں روا نہیں رکھی جاتی اور فقہاء نے اس کا عام کپڑے کی طرح استعمال و انتفاع کیوں جائز رکھا ہے۔

۴۔ یہ فعل بجائے خود احداث فی الدین اور بدعت ممنوعہ ہونے کے علاوہ بہت سے دیگر بدعات، منکرات اور حوادث کا موجب ہے۔ چنانچہ غلاف کی اس طرح زیارت اور نمائش کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ مردوں اور عورتوں کا اختلاط ہوا ہے، عورتوں کی بے پردگی اور بے حرمتی ہوئی ہے، جانیں تلف ہوئی ہیں، نذرانے چڑھائے گئے ہیں، غلاف کو چوما گیا ہے، اس کے گرد طواف کیا گیا ہے، اس سے اپنی حاجات طلب کی گئی ہیں حتیٰ کہ اس کو سجدے کیے گئے ہیں۔ پھر غلاف کے جلوس باجے کے ساتھ نکالے گئے ہیں اور اسے حضرت مخدوم علی ہجویری کے مزار پر چڑھایا گیا۔

معترضین کا کہنا یہ بھی ہے کہ ہماری قوم پہلے ہی جذبۂ تنظیم سے عاری اور بدعات میں غرق ہے، اس لیے آپ کو یہ پیشگی سمجھ لینا چاہیے تھا کہ اس طرح کے پروگراموں کا لازمی انجام یہی کچھ ہوگا۔ چنانچہ ان نتائج و عواقب کی ذمہ داری آپ پر براہِ راست عائد ہوتی ہے۔

اس طرح کے اعتراضات چونکہ بار بار اٹھائے جا رہے ہیں۔ اس لیے بہتر اور مناسب ہے کہ آپ ان کا جواب دیں۔ اس ضمن میں یہ بہت ضروری ہے کہ آپ بدعت کے مسئلے کو اصولی طور پر واضح کریں اور بتائیں کہ شریعت میں جو بدعت مکروہ و مذموم ہے اس کی

تعریف کیا ہے اور اس کا اطلاق کس قسم کے افعال پر ہوتا ہے۔

جواب۔ اس معاملہ میں مختلف دینی حلقوں کی طرف سے جو اعتراضات کیے گئے ہیں وہ سب میری نگاہ سے گزرتے رہے ہیں۔ مگر ان میں جو زبان استعمال کی گئی ہے اور جس انداز بیان سے کام لیا گیا ہے، اس کا حریف بننا کسی طرح بھی میرے بس میں نہ تھا، اس لیے میں نے ان سے کوئی تعرض نہ کیا۔ اب ایک سائل نے شرافت و معقولیت کے ساتھ مطالبہ کیا ہے کہ اصل وجوہ اعتراض پر بحث کی جائے، اس لیے ان صفحات میں اس کا جواب دیا جا رہا ہے۔

جتنے اعتراضات اوپر نقل کیے گئے ہیں، ان کی ساری عمارت دراصل ایک غلط مفروضے پر تعمیر کی گئی ہے۔ معترضین نے اپنی جگہ یہ فرض کر لیا ہے کہ میں نے خود ابتداءً کر کے غلاف کی نمائش کا انتظام کیا اور اس کا جلوس نکالنے کا پروگرام بنایا اور اسپیشل ٹرینوں کے ذریعہ سے شہر در شہر اس کو پھرانے کی اسکیم بنائی۔ اسی بنیاد پر وہ یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ یہ بدعت آخر یہاں کیوں شروع کی گئی اور پھر اس پر اعتراضات کے ردے پر ردے چڑھاتے چلے جاتے ہیں۔ حالانکہ دراصل یہ مفروضہ ہی بجائے خود واقعات کے خلاف ہے۔ میرے پیش نظر سرے سے یہ بات تھی ہی نہیں کہ اس غلاف کے معاملے کو عوام میں مشتہر کیا جاتے اور نہ میرے حاشیۂ خیال میں کبھی یہ بات آئی تھی کہ اسے جلوسوں اور نمائشوں کے بعد دھوم دھام سے روانہ کیا جائے۔ غلاف کی تیاری کے لیے ابتداءً سارا کام بالکل رازداری کے ساتھ ہوتا رہا۔ میری خواہش یہ تھی کہ پاکستان کے کاریگروں سے سعودی عرب کے منتظمین دارالکسوہ کا براہ راست معاملہ کرا دوں اور پھر عملاً اس سے بالکل بے تعلق ہو جاؤں۔ میں نہ یہ چاہتا تھا کہ میرا اس کی نگرانی سے کوئی تعلق ہو اور نہ میں نے اس کو پسند کیا کہ اس کی کوئی اطلاع اخبارات میں شائع ہو یا عام لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ میں اس سلسلے میں کوئی کام کر رہا ہوں لیکن مختلف کاریگروں سے سعودی عرب کے منتظمین کا تعارف کرانا اور ان کے کام کے نمونے حاصل کرنا بہرحال ناگزیر تھا۔ اس سے رفتہ رفتہ بات پھیلتی چلی گئی۔ پھر یکایک ایک روز یہ واقعہ پیش آگیا کہ چند کاریگروں کو مکے سے آئے ہوئے پرانے غلاف کا ایک ٹکڑا بطور نمونہ دیا گیا تھا تاکہ وہ اس کے مطابق کام بنا کر

لائیں عوام کو نہ معلوم کس طرح اُن کے پاس اس ٹکڑے کی موجودگی کا علم ہوگیا اور لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ اس کی زیارت کے لیے جمع ہوگئے۔ اس کے بعد اس کا جلوس بازار میں نکالا گیا اور آناً فاناً یہ بات شہر میں مشہور ہوگئی کہ یہاں غلافِ کعبہ کی تیاری کا کام ہو رہا ہے۔ اس واقعہ سے ایک خبر رساں ایجنسی تک یہ اطلاع پہنچ گئی اور اس نے سارے ملک میں اسے پھیلا دیا۔ پھر اخبارات کے نمائندوں نے بطورِ خود اس میں دلچسپی لینی شروع کردی۔ غلاف کی تیاری کے مختلف مرحلوں کی اطلاعات اخباری نمائندے خود ہی ٹوہ لگا لگا کر حاصل کرتے رہے اور انہیں شائع کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جب غلاف کا کپڑا تیار کرنے کا کام یعقوب انصاری صاحب کے سپرد کیا گیا تو اخبارات نے ان کا فوٹو، ان کے کاریگروں کا فوٹو، ان کی فیکٹری کا فوٹو، تمام تفصیلات کے ساتھ شائع کردیا، جس سے عوام کو معلوم ہوگیا کہ غلاف کہاں بن رہا ہے اور کون بنا رہا ہے اور غلاف کی تیاری شروع ہونے سے پہلے ہی لوگ فیکٹری پر جمع ہونے لگے۔

یہ سب کچھ میرے علم و اطلاع کے بغیر ہوتا رہا۔ میری کسی خواہش اور کوشش کا اس میں قطعاً کوئی دخل نہ تھا۔

عوام میں جب یہ اطلاعات پھیلیں تو ان کے اندر غلاف کو دیکھنے کا شوق ایک طوفان کی طرح اُٹھ کھڑا ہوا۔ مجھے پہلے اس امر کا کوئی اندازہ ہی نہ تھا کہ یہاں لوگ اس چیز سے اِتنی اور اِتنے بڑے پیمانے پر دلچسپی لیں گے۔ اب جو خلافِ توقع یہ صورت سامنے آئی تو مَیں نے محسوس کیا کہ اس طوفان کو روک دینا میرے یا کسی شخص کے بس میں نہیں ہے، اور اسے روکنے کی کوشش میں قوت صرف کرنا غیر ضروری بھی ہے، کیونکہ یہ ایک فطری دلچسپی ہے اور بجائے خود ناجائز نہیں ہے۔ یہ ملک عرب سے بہت دُور ہے۔ یہاں کے بہت کم لوگوں کو وہاں جانا اور بیت اللہ کو دیکھنا نصیب ہوتا ہے۔ یہاں کے عوام کو پہلی مرتبہ یہ معلوم ہوا ہے کہ ہمارے ہاں سے ایک ہدیہ خدا کے گھر کے لیے تیار ہو کر جا رہا ہے۔ اس لیے یکایک ان کے اندر آتشِ شوق بھڑک اٹھی ہے۔ یہ شوق کسی بُت کے لیے نہیں ہے۔ کسی معبودِ غیر اللہ کے آستانے کے لیے نہیں ہے۔

خود اللہ رب العالمین کے اپنے گھر کے لیے ہے جسے اللہ نے آپ ہی مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ بنایا ہے اور تمام آفاق کے لوگوں کو اس کا گرویدہ کیا ہے (فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِم)۔ اس شوق کو کسی طرح بھی مشرکانہ نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ بنیادی طور پر یہ ایک خدا پرستانہ شوق ہے اس لیے اسے شوقِ نامحمود قرار دے کر روک دینے اور دبا دینے کی فکر غیر ضروری ہے۔ مگر چونکہ ہمارے عوام دین کے علم اور دینی تربیت سے محروم ہیں اور حدود کو نہیں پہچانتے، اس لیے ایک جائز شوق بھی اگر ان کے اندر سیلاب کی طرح اٹھے اور آپ سے آپ اپنا راستہ نکالنا شروع کر دے تو بہت جلدی وہ غلط راستے پر پڑ سکتا ہے۔ ان سارے پہلوؤں پر غور کر کے میں نے یہ رائے قائم کی کہ عوام کی اس جائز اور فطری دلچسپی کو، جو میرے یا کسی کے بھڑکانے سے نہیں بھڑکی ہے بلکہ آپ سے آپ بھڑک اٹھی ہے، غلط رُخ پر جانے سے روکنے اور صحیح رُخ پر ڈال دینے کی کوشش ناگزیر ہے، اگر میں ایسا نہ کروں گا تو یہ ایسا راستہ اختیار کرے گی جو شرعی اعتبار سے بہت قابلِ اعتراض اور دین و اخلاق کے لیے بہت مضرت رساں ہوگا۔

یہی کچھ سوچ کر میں نے غلاف کی تیاری شروع ہوتے وقت معززینِ شہر کو جمع کیا اور سب کی رضامندی سے مختلف نمائندہ اصحاب کی ایک مجلس بنائی تاکہ وہ شہر کے لوگوں کو غلاف دکھانے اور پھر احترام کے ساتھ اسے روانہ کرنے کے ایسے انتظامات کرے جن سے لوگوں کے جذبۂ شوق کی تسکین جائز حدود کے اندر ہو جائے اور بے قاعدہ زیارتوں اور جلوسوں کی نوبت نہ آنے پائے۔ اس مجلس میں حسبِ ذیل اصحاب شامل کیے گئے:

۱۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب (مولانا مفتی محمد حسن صاحب مرحوم و مغفور کے صاحبزادے اور جامعہ اشرفیہ کے نائب مہتمم، علمائے دیوبند کے گروہ سے)

۲۔ مفتی محمد حسین نعیمی صاحب (مہتمم جامعہ نعیمیہ، بریلوی گروہ کے علماء میں سے)

۳۔ مولانا حافظ کفایت حسین صاحب (شیعہ علماء میں سے)

۴۔ حاجی محمد اسحاق حنیف صاحب (ناظم نشر و اشاعت جمعیت اہل حدیث، ان کا نام

اس مجلس کی رکنیت کے لیے جناب مدیرالاعتصام نے خود تجویز کیا تھا)

۵۔ چودھری محمد حسین صاحب (وائس چیئرمین لاہور کارپوریشن)

۶۔ چودھری محمد امین صاحب (کونسلر لاہور کارپوریشن)

۷۔ محمد عمر خاں صاحب بسمل (ہیڈ ماسٹرز ایسوسی ایشن، لاہور)

۸۔ نصراللہ شیخ صاحب (صدر پنجاب یونیورسٹی سٹوڈنٹس یونین)

۹۔ حاجی محمد لطیف صاحب (صدر شاہ عالم مارکیٹ)

۱۰۔ شیخ تاج دین صاحب (صدر اعظم کلاتھ مارکیٹ ایسوسی ایشن)

۱۱۔ حاجی معراج دین صاحب (چیئرمین یونین کونسل شو مارکیٹ)

۱۲۔ ملک مبارک علی صاحب (چیئرمین یونین کمیٹی چوک وزیر خاں)

۱۳۔ شمشیر علی صاحب (لیڈیز اوڈن ہاؤس، انارکلی)

۱۴۔ شیخ فرحت علی صاحب (فرحت علی جیولرز، مال روڈ)

۱۵۔ سیٹھ ولی بھائی صاحب (بمبئی کلاتھ ہاؤس، انارکلی)

۱۶۔ رانا اللہ داد خاں صاحب (رانا موٹرز، مال روڈ)

۱۷۔ عزیز الرحمٰن صاحب (سائنس ہاؤس، میکلیگن روڈ)

۱۸۔ جناب کوثر نیازی صاحب (ایڈیٹر شہاب)

اس پوری مجلس میں جماعت اسلامی کے صرف دو رکن شامل تھے باقی سب مختلف گروہوں کے نمائندہ اور ذمہ دار اصحاب تھے۔ میں نے خود اپنے آپ کو اس میں سرے سے شامل ہی نہ کیا تھا۔ البتہ اس کے دو اجلاسوں میں ارکانِ مجلس کی خواہش پر شریک ضرور ہوا تھا۔ ان مواقع پر ڈپٹی کمشنر لاہور، سینئر کمشنر لاہور، اور سٹی مجسٹریٹ لاہور بھی شریکِ اجلاس تھے۔ سب کے مشورے سے یہ پروگرام بنایا گیا کہ خلاف روانہ کرنے سے پہلے چار دن عورتوں کو اور تین دن مردوں کو اس کے دیکھنے کا موقع دیا جائے۔ اس نمائش میں عورتوں اور مردوں کو ہرگز خلط ملط نہ ہونے دیا جائے۔ نمائش گاہ

میں ایسے کارکن (عورتوں کے لیے عورتیں اور مردوں کے لیے مرد) مقرر کیے جائیں جو لوگوں کو جائز شرعی حدود کی تلقین کرتے رہیں اور ناجائز افعال سے روکیں۔ نذرانے دینے سے بھی لوگوں کو منع کیا جائے اور انہیں ہدایت کی جائے کہ غلاف کو دیکھتے وقت بس اللہ کا ذکر کریں، کلمہ طیبہ اور درود پڑھیں، اور اللہ سے دعا کریں کہ اپنے اُس گھر کی زیارت کا بھی شرف عطا فرمائے جس کا غلاف دیکھنے کی توفیق اس نے بخشی ہے۔ پھر غلاف روانہ کرتے وقت اسے جلوس کی شکل میں لے جایا جائے۔ (کیونکہ جلوس نکالا نہ گیا تو وہ خود نکل کر رہے گا اور بری طرح نکلے گا)۔ مگر اس امر کا پورا اہتمام کیا جائے کہ جلوس کے پورے راستے سے محض تصویریں ہٹا دی جائیں۔ گانوں کی ریکارڈنگ بند کر دی جائے۔ تکبیر و تہلیل اور اللہ جل شانہٗ کی حمد کا غلغلہ اس زور سے بلند کیا جائے کہ سارا شہر اس سے گونج اٹھے۔ اور اس جلوس میں عورتوں کو شریک ہونے سے منع کیا جائے۔

یہ تھا وہ پروگرام جو شہر لاہور کے لیے بنایا گیا تھا۔ اس کے بعد ہمیں ایک اور صورتِ حال سے سابقہ پیش آیا۔ وہ یہ تھی کہ غلاف کو دیکھنے کی تڑپ صرف لاہور شہر تک محدود نہ تھی بلکہ جگہ جگہ سے لوگ آکر اسے فیکٹری ہی میں دیکھ رہے تھے اور فیکٹری والوں کے لیے کام کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ پھر لوگوں نے کسی نہ کسی طرح فیکٹری والوں سے غلاف کے تھان حاصل کرنے شروع کر دیے اور مختلف شہروں میں جا کر ان کے جلوس نکالے اور اپنے اپنے طریقوں پر ان کی زیارت کرائی۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ جس خرابی کو میں یہاں روکنا چاہتا ہوں وہ پورے ملک میں پھیلے گی۔ یہ خطرہ بھی لاحق ہوا کہ اس طرح کہیں کچھ تھان ضائع نہ ہو جائیں۔ اس لیے میں نے ضروری سمجھا کہ باہر کے لوگوں کو بھی غلاف دکھانے کا باقاعدہ انتظام کر دیا جائے۔ چنانچہ پاکستان ویسٹرن ریلوے کے تعاون سے دو اسپیشل ٹرینوں کا انتظام کیا گیا۔ ان کے ساتھ بارہ بارہ ریلوے اسکاؤٹس، تین تین سول ڈیفنس کے رضاکار، اور تین تین جماعت اسلامی کے کارکن بھیجے گئے۔ ان میں لاؤڈ اسپیکر نصب کیے گئے۔ اور کارکنوں کو یہ ہدایات دی گئیں کہ جہاں بھی وہ لوگوں کو غلاف دکھانے کے لیے ٹھیریں وہاں پہنچتے ہی اللہ کے ذکر کا غلغلہ اس زور سے بلند کریں کہ کوئی دوسرا نعرہ اٹھنے ہی نہ پائے۔ زائرین کو ہر طرح کے مشرکانہ افعال سے روکیں۔ عورتوں اور

مردوں کو خلط ملط نہ ہونے دیں۔ نذرانے ڈالنے سے منع کریں تنظیم کے ساتھ غلاف دکھائیں تاکہ حادثات رونما نہ ہوں۔ اور لوگوں کو سمجھائیں کہ یہ صرف ایک کپڑا ہے جو اللہ کے گھر کے لیے بنایا گیا ہے۔ اسے بس دیکھ لو اور اللہ سے دعا کرو کہ وہ اپنے گھر کی زیارت بھی نصیب کرے۔

واقعات کی اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ کوئی ایسا پروگرام نہ تھا جو ہم نے خود کسی اچھے یا بُرے مقصد سے شروع کیا ہو۔ بلکہ یہ پروگرام اُس وقت بنایا گیا جب عوام میں ایک جذبہ خود بخود بھڑک اٹھا تھا، اور اس کے بنانے کی اصل غرض یہ تھی کہ اس جذبے کے سیلاب کو منکرات کی طرف جانے اور صحیح راستے پر موڑنے کے لیے جو کچھ کیا جا سکتا ہے، کیا جائے۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو یہ بہت زیادہ مکروہ راستہ اختیار کر لیتا اور کسی کے روکے نہ رکتا۔

اب آگے بڑھنے سے پہلے میں مختصراً یہ بھی بتائے دیتا ہوں کہ فی الواقع ہوا کیا ہے اور اس کو بنا کیا دیا گیا ہے۔

لاہور شہر میں مجلسِ انتظامیہ کے زیرِ اہتمام غلاف کی نمائش چار دن عورتوں کے لیے اور تین دن مردوں کے لیے رہی اور ایک ایک دن مردوں اور عورتوں کے لیے علٰحدہ علٰحدہ نمائش کا انتظام لاہور چھاؤنی میں بھی کیا گیا۔ ان مواقع پر غلاف کو سجدہ کرنے، یا اس کا طواف کرنے کا کوئی واقعہ پیش نہ آیا۔ کارکنوں نے لوگوں کو حدودِ شرعیہ سمجھانے اور ان کی خلاف ورزی سے روکنے کی پوری کوشش کی۔ کسی قسم کے نذرانے اور چڑھاوے نہ چڑھانے دیئے گئے۔ بہت بڑی اکثریت نے کارکنوں کی تلقین کو قبول کیا اور حدود کی پابندی کی۔ لیکن جہاں ہزاروں لاکھوں آدمی ٹوٹ پڑے ہوں وہاں یہ ممکن نہ تھا کہ کسی شخص کو بھی حد سے تجاوز نہ کرنے دیا جائے۔ اس سیلاب میں اگر کچھ لوگ منع کرنے کے باوجود غلاف کو چوم بیٹھے، یا کوئی بندۂ خدا غلاف ہی سے دعا مانگ بیٹھا یا مردوں کی نمائش میں کچھ عورتیں خود اپنے گھر والوں کے ساتھ آگئیں تو اس کی ذمہ داری آخر منتظمین پر کیسے عائد ہو جائے گی۔

لاہور کا جلوس میں نے خود دیکھا ہے اور شروع سے آخر تک اس میں شریک رہا ہوں۔ ہوائی اڈے تک پہنچتے پہنچتے اس میں ۶-۷ لاکھ آدمی شامل ہو گئے تھے اور آٹھ میل لمبا راستہ تھا۔ اس پورے

راستے میں تمام سینماؤں اور دوکانوں پر سے عورتوں کی تصاویر اور ہر قسم کی فحش تصویریں ہٹا دی گئی تھیں یا چھپا دی گئی تھیں۔ ریڈیو پر گانوں کی تمام آوازیں بند ہو گئی تھیں۔ پورا جلوس اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ کے ذکر کے سوا کوئی چیز قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔ اتنے بڑے ہجوم میں ایک جیب نہیں کٹی۔ کسی نے سگریٹ نہیں پیا۔ کوئی غنڈہ گردی کا واقعہ پیش نہیں آیا۔ عورتیں منع کرنے کے باوجود آئیں، مگر کوئی ادنیٰ سا واقعہ بھی عورتوں کو چھیڑنے کا سننے میں نہ آیا[۱]۔ پورے شہر پر اُس وقت نیکی کا اتنا غلبہ تھا کہ بعض لوگ جن کی جوتیاں مال روڈ پر جلوس میں چھوٹ گئی تھیں انہوں نے کئی گھنٹے بعد ہوائی اڈے سے واپس آکر اپنی جوتیاں اسی جگہ پڑی پائیں جہاں وہ چھوٹی تھیں۔ اتنی بڑی خیر میں اگر کہیں کوئی مشرکانہ یا مبتدعانہ بات ہو گئی تو وہ معترضین کی گرفت میں آ گئی۔ حالانکہ جہاں لاکھوں آدمی جمع ہوں وہاں کون اس امر کی ضمانت لے سکتا تھا کہ کوئی فرد بھی کوئی غلط کام نہ کرے گا۔ چلتے ہوئے مجمع میں اگر کچھ لوگ لپک کر غلاف کو چوم بیٹھے، یا کچھ لوگوں نے غلط نعرے لگا دیے، یا اور کوئی بے جا بات کر گزرے تو کیا صرف اس وجہ سے اُس خیرِ عظیم پر پانی پھیر دیا جائے گا جو اتنے بڑے پیمانے پر اس روز شہر لاہور میں رونما ہوئی؟ یہ تو مکھی کا سا حال ہوا کہ ساری پاک چیزوں کو چھوڑ کر وہ صرف گندگی ہی تلاش کرتی ہے اور کہیں اس کی کوئی چھینٹ پا جائے تو اسی پر جا بیٹھتی ہے۔

جو اسپیشل ٹرینیں باہر بھیجی گئی تھیں ان کی مفصل رپورٹ بھی میں نے لی ہے اور صرف جماعتِ اسلامی کے کارکنوں ہی سے نہیں بلکہ سول ڈیفنس اور ریلوے اسکاؤٹس کے اُن لوگوں سے بھی لی ہے جو ان ٹرینوں کے ساتھ گئے تھے[۲]۔ ان کا متفقہ بیان ہے کہ جگہ جگہ ہزاروں، بلکہ بعض جگہ لاکھوں آدمی غلاف دیکھنے کے لیے جمع ہوئے تھے۔ ہر جگہ ذکر اللہ ہی غالب رہا اور بہت کم دوسرے نعرے بلند ہو سکے۔ ہر جگہ عورتوں اور مردوں کے مجمعے الگ رہے اور بہت ہی کم مقامات پر

---

[۱] مجھ سے لاہور شہر کے ڈی ایس پی شیخ اسرار احمد صاحب نے خود بیان کیا کہ اس جلوس میں جیب تراشی، غنڈہ گردی اور عورتوں کو چھیڑنے کا کوئی واقعہ ان کے نوٹس میں نہیں آیا ہے۔

[۲] اس رپورٹ کا خلاصہ "ایشیا" اور "شہاب" میں شائع ہو چکا ہے۔ میرے پیشِ نظر صرف وہ تحریری خلاصہ ہی نہیں ہے بلکہ وہ بیانات بھی ہیں جو ان لوگوں نے فرداً فرداً میرے سامنے زبانی پیش کیے۔

ہجوم کی کثرت کے باعث انہیں خلط ملط ہونے سے نہ روکا جا سکا۔ ہر جگہ امن و سکون سے زیارت ہوئی اور بہت کم مقامات پر حادثات پیش آئے جن کی وجہ کسی کی غفلت نہ تھی بلکہ ازدحام کی شدت تھی۔ عورتیں کثرت سے آئیں، مگر شاذ و نادر ہی کہیں یہ واقعہ پیش آیا کہ کسی نے انہیں چھیڑا ہو۔ اتنے بڑے مجمعوں میں کسی کی جیب کٹنے کا کوئی واقعہ سننے میں نہیں آیا۔ عوام کو بڑے پیمانے پر نیکی اور بھلائی کی تلقین کی گئی اور انہیں غلاف کی زیارت کے حدود سمجھائے گئے۔ عموماً لوگوں نے ان حدود کا لحاظ رکھا اور زیادہ تر لوگ یہی دعا مانگتے دیکھے گئے کہ خدایا، جس گھر کا غلاف تو نے دکھایا ہے خود اس گھر کو بھی دیکھنے کی توفیق عطا فرما۔ ان ٹرینوں کے ساتھ جو غلاف گئے تھے ان میں سے کسی کا طواف ہرگز نہیں ہوا، اور نہ کسی کو غلاف کے آگے سجدہ کرتے دیکھا گیا۔ اب اگر کہیں ان لاکھوں انسانوں کے مجمع میں کوئی غلاف کو، یا غلاف لے جانے والی ٹرین کو چوم بیٹھا، یا کسی نے ٹرین کے انجن کو انجن شریف کہہ دیا، یا کارکنوں کے منع کرنے کے باوجود لوگوں نے ٹرین کے اندر پیسے پھینک دیئے، یا ہجوم کی کثرت کے باعث عورتوں اور مردوں کو خلط ملط ہونے سے نہ روکا جا سکا تو بس یہی چند واقعات ہمارے دین داروں نے اعتراض جڑنے کے لیے چن لیے اور اس ساری خیر کو نظر انداز کر دیا جو اس کام میں غالب پائی جاتی تھی۔

پھر ان معترض حضرات نے محض کیڑے چننے ہی پر اکتفا نہ کیا بلکہ جہاں کیڑے نہ تھے وہاں اپنی طرف سے کیڑے ڈالنے میں بھی تامل نہ فرمایا۔ مثلاً لاہور میں مجلسِ انتظامیہ کے علم و اجازت کے بغیر اُس محلے کے لوگوں نے، جس میں غلاف تیار کرنے والی فیکٹری قائم تھی، بطور خود غلاف کا جلوس نکال ڈالا تھا۔ اس جلوس کے متعلق بڑے بڑے اتقیاء و صلحاء یہ الزام لگا رہے ہیں کہ اس کے آگے باجا بج رہا تھا، اور جلوس والوں نے غلاف کو لے جا کر حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر چڑھا دیا۔ حالانکہ یہ دوسری بات تو قطعی جھوٹ ہے۔ غلاف کو مزار پر چڑھانے کی روایت سرے سے کوئی اصلیت نہیں رکھتی۔ رہا باجا، تو اس کے متعلق خبریں متضاد ہیں۔ کسی کا بیان ہے کہ بجا تھا، کسی کا کہنا ہے کہ نہیں بجا، اور کوئی کہتا ہے کہ جب جلوس گزر رہا تھا تو ایک برات آ گئی جس کے ساتھ باجا تھا۔ تاہم

اگر وہ بجا بھی ہو تب بھی اس کی کوئی ذمہ داری مجھ پر یا مجلس انتظامیہ پر عائد نہیں ہوتی کیونکہ جلوس ہماری اجازت کے بغیر، بلکہ ہمارے منع کرنے کے باوجود نکالا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ ہم کسی طرح بھی غلاف کو اُن لوگوں سے نہ بچا سکتے تھے جن کے محلّے میں وہ بن رہا تھا۔ الّا یہ کہ ایک ہیلی کاپٹر فراہم کیا جاتا اور غلاف کے تھان وہاں سے اُڑا کر نکالے جاتے ؎

عجیب تر بات یہ ہے کہ ان حضرات کو سارا غم صرف اُس غلاف کا ہے جو لاہور میں تیار ہوا تھا۔ کراچی میں جو غلاف بنا تھا، نمائش اس کی بھی ہوئی، اور شہر در شہر وہ بھی پھرا، مگر اس کا ماتم کسی سے نہ سُنا گیا۔ بلکہ جو کچھ اس کے ساتھ ہوا تھا، وہ سب بھی ایسے سیاق و سباق میں بیان کیا گیا کہ وہ آپ سے آپ میرے اور جماعت اسلامی کے حساب میں پڑ گیا۔

یہ باتیں تو پھر بھی ظاہر سے تعلق رکھتی تھیں۔ کمال یہ ہے کہ ہمارے ان دین داروں کی نگاہ دُور رس میرے باطن تک بھی جا پہنچی اور انہیں معلوم ہو گیا کہ میں نے غلاف کعبہ کی نمائش کا یہ سارا اہتمام کس نیت سے کیا تھا۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ میری نیت ان پر کیسے منکشف ہو گئی۔ اگر وہ علیمٌ بذات الصدور ہونے کے مدعی ہیں تو یہ اُس شرک و بدعت سے اشد چیز ہے جس پر وہ گرفت فرما رہے ہیں۔ اور اگر انہوں نے میری طرف یہ نیت محض قیاس و گمان کی بنا پر منسوب فرمائی ہے تو شاید انہیں قرآن و حدیث میں صرف شرک و بدعت ہی کی بُرائی ملی ہو گی، بہتان و افترا کے متعلق احکام ان کی نگاہ سے نہ گزرے ہوں گے۔

اس بیانِ واقعہ کے بعد اب میں اُن اصولی سوالات کی طرف رجوع کرتا ہوں جن پر روشنی ڈالنے کی خواہش محترم سائل نے ظاہر فرمائی ہے۔

۱۔ شعائر اللہ کے لفظ کا اطلاق صرف انہی چیزوں پر نہیں ہوتا جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ لفظ استعمال فرمایا ہے، بلکہ ہر وہ چیز جو خدا پرستی کی علامت ہو، شعائر اللہ میں شمار کی جا سکتی ہے۔ اور جس چیز کو بھی اللہ جلّ شانہٗ کے حضور ہدیہ کرنے کی نیت کر لی جائے اس کا احترام بجا و درست ہے۔ یہ احترام اُس شے کا نہیں بلکہ اس خدا کا ہے جس کے لیے اسے مخصوص کرنے کی

نیت کی گئی ہے۔ خانۂ کعبہ کی تعمیر کے لیے اگر پتھر اور لکڑی بھی جمع کی جائے، اور لوگ اسے ادب و احترام کے ساتھ اٹھائیں اور اُسے اٹھاتے اور لے جاتے اور تعمیر کی خدمت انجام دیتے وقت باوضو ہونے اور اللہ کا ذکر کرنے کا اہتمام کریں، تو آخر یہ چیز قابلِ اعتراض کس بنیاد پر ہوگی؟ البتہ جو شخص ان حدود سے تجاوز کر کے انہی چیزوں کا طواف، یا ان کی طرف رُخ کر کے سجدہ کرنے لگے یا ان سے دعا و استعانت کرنے لگے تو یہ بلا شبہ شرک ہوگا۔

۲۔ کسی فعل کو بدعتِ مذمومہ قرار دینے کے لیے صرف یہی بات کافی نہیں ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانے میں نہ ہُوا تھا۔ لغت کے اعتبار سے تو ضرور ہر نیا کام بدعت ہے۔ مگر شریعت کی اصطلاح میں جس بدعت کو ضلالت قرار دیا گیا ہے اس سے مراد وہ نیا کام ہے جس کے لیے شرع میں کوئی دلیل نہ ہو، جو شریعت کے کسی قاعدے یا حکم سے متصادم ہو، جس سے کوئی ایسا فائدہ حاصل کرنا یا کوئی ایسی مضرت دفع کرنا متصور نہ ہو جس کا شریعت میں اعتبار کیا گیا ہے، جس کا نکالنے والا اسے خود اپنے اوپر یا دوسروں پر اس اذعان کے ساتھ لازم کرے کہ اس کا التزام نہ کرنا گناہ اور کرنا فرض ہے۔ یہ صورت اگر نہ ہو تو مجرد اس دلیل کی بنا پر کہ فلاں کام حضورؐ کے زمانے میں نہیں ہوا، اسے "بدعت" بمعنی ضلالت نہیں کہا جا سکتا۔ بخاری نے کتاب الجمعہ میں چار حدیثیں نقل کی ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ عہدِ رسالت اور عہدِ شیخین میں جمعہ کی صرف ایک اذان ہوتی تھی، حضرت عثمان نے اپنے دور میں ایک اذان کا اور اضافہ کر دیا۔ لیکن اسے بدعتِ ضلالت کسی نے بھی قرار نہیں دیا بلکہ تمام امت نے اس نئی بات کو قبول کر لیا۔ بخلاف اس کے انہی حضرتِ عثمان نے منیٰ میں قصر کرنے کے بجائے پُوری نماز پڑھی تو اس پر اعتراض کیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر صلوٰۃ ضحیٰ کے لیے خود بدعت اور احداث کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ انھا لمن احسن ما احدثوا (یہ ان بہترین نئے کاموں میں سے ہے جو لوگوں نے نکال لیے ہیں)، بدعۃ و نعمتِ البدعۃ (بدعت ہے اور اچھی بدعت ہے)، ما احدث الناس شیئاً احب الیّ منھا (لوگوں نے کوئی ایسا نیا کام نہیں کیا ہے جو مجھے اس سے

زیادہ پسند ہو)۔ حضرت عمرؓ نے تراویح کے بارے میں وہ طریقہ جاری کیا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے عہد میں نہ تھا۔ وہ خود اسے نیا کام کہتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں نعمت البدعة هذه (یہ اچھا نیا کام ہے)۔ اس سے معلوم ہوا کہ مجرّد نیا کام ہونے سے کوئی فعل بدعتِ مذمومہ نہیں بن جاتا بلکہ اسے بدعت مذمومہ بنانے کے لیے کچھ شرائط ہیں۔

امام نووی شرح مسلم (کتاب الجمعہ) میں کل بدعة ضلالة کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "علماء نے کہا ہے کہ بدعت (یعنی باعتبارِ لغت نئے کام) کی پانچ قسمیں ہیں۔ ایک بدعت واجب ہے دوسری بدعت مندوب ہے (یعنی پسندیدہ ہے جسے کرنا شریعت میں مطلوب ہے)، تیسری بدعت حرام ہے، چوتھی مکروہ ہے، اور پانچویں مباح ہے . . . اور ہمارے اس قول کی تائید حضرت عمرؓ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے جو انہوں نے نماز تراویح کے بارے میں فرمایا۔"

علامہ عینی عمدة القاری (کتاب الجمعہ) میں عبد بن حمید کی یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ "جب مدینہ کی آبادی بڑھ گئی اور دُور دُور مکان بن گئے تو حضرت عثمانؓ نے تیسری اذان کا (یعنی اس اذان کا جو اب جمعہ کے روز سب سے پہلے دی جاتی ہے) حکم دیا اور اس پر کسی نے اعتراض نہ کیا، مگر منیٰ میں پوری نماز پڑھنے پر اعتراض کیا گیا۔"

علامہ ابن حجر فتح الباری (کتاب التراویح) میں حضرت عمر کے قول نعمت البدعة هذه کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "بدعت ہر اس نئے کام کو کہتے ہیں جو کسی مثالِ سابق کے بغیر کیا گیا ہو۔ مگر شریعت میں یہ لفظ سنّت کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے اور اسی بنا پر بدعت کو مذموم کہا جاتا ہے۔ اور تحقیق یہ ہے کہ جو نیا کام شرعاً مستحسن کی تعریف میں آتا ہو وہ اچھا ہے، اور جو شرعاً بُرے کام کی تعریف میں آتا ہو وہ بُرا ہے، ورنہ پھر مباح کی قسم میں سے ہے۔"

اس اصولی وضاحت کے بعد اب میں عرض کرتا ہوں کہ غلاف کے کپڑے کا جلوس نکالنا اور اس کی نمائش کا انتظام کرنا بلاشبہ ایک نیا کام تھا جو عہدِ رسالت اور زمانۂ خلافتِ راشدہ میں نہیں ہوا۔ مگر میں نے یہ کام اس بنا پر نہیں کیا کہ میں اصلاً اس کی نمائش کرنا چاہتا تھا اور اسے دھوم دھام

کے ساتھ بھیجنا ابتدا ہی سے میری اسکیم میں شامل تھا۔ بلکہ مَیں نے یہ پروگرام اُس وقت بنایا جب سارے ملک میں اُس کے لیے عوام کے اندر بے پناہ جذبۂ شوق خود بخود بھڑک اٹھا اور مجھے اندیشہ ہُوا کہ یہ شوق اگر خود اپنا راستہ نکالے گا تو بڑے پیمانے پر گمراہی پھیلنے کا موجب بن جائے گا۔ (چنانچہ جہاں جہاں بھی اس نے موقع پاکر خود اپنا راستہ نکالا، بہت بُری طرح نکالا) اس لیے مَیں نے اُس مضرت کو دفع کرنے کی خاطر یہ کام کیا جو شریعت کی نگاہ میں ایک بڑی مضرت تھی۔ اس کے لیے ایسا طریقہ تجویز کیا جس سے لوگوں کے جذبات کا سیلاب حدودِ شرع کے اندر محدود رہ سکے۔ اس کو سیّئات کے بجائے اُن حسنات کی طرف موڑنے کی کوشش کی جو شرعاً پسندیدہ ہیں۔ میرا ہرگز یہ دعویٰ نہ تھا کہ لوگوں کو ضرور غلاف دیکھنا اور اس کے جلوس میں شامل ہونا چاہیے، نہ آئیں گے تو گناہ گار ہونگے، اور آئیں گے تو یہ اور یہ اجر ملے گا۔ اور میرا یہ ارادہ بھی نہیں ہے کہ آئندہ اگر پاکستان ہی میں غلاف بننے لگے اور اس سے میرا کوئی تعلق ہو تو میں اس کی زیارت کے اہتمام اور جلوسوں کے انتظام کو ایک مستقل طریقہ بنالوں۔ اب مَیں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کس فقہی قاعدے سے میں بدعتِ ضلالت کا مرتکب ہُوا ہوں۔ اگر سبّ وشتم کے بجائے کوئی صاحب دلائل سے مجھے بتادیں کہ پھر بھی یہ بدعتِ ضلالت ہی ہے تو مجھے نادم و تائب ہونے میں ذرہ برابر تامل نہ ہوگا۔ الحمد للہ، میں متکبر نہیں ہوں کہ گناہ کو گناہ جان لینے کے بعد بھی محض اپنی بات کی پچ میں اس پر اصرار کروں۔

۴۔ کوئی کپڑا خواہ کعبے پر چڑھایا گیا ہو، یا چڑھانے کے لیے تیار کیا گیا ہو، دونوں صورتوں میں وہ ایسا متبرک نہیں ہو جاتا کہ اس سے برکت حاصل کرنے کے لیے اس کو چھُوا جائے، چُوما جائے، اس کی زیارت کی اور کرائی جائے، اور اسے دھوم دھام سے روانہ کیا جائے۔ بلکہ فقہاء نے کعبے پر سے اترے ہوئے غلاف سے بھی لباس بنانے کو جائز قرار دیا ہے، بشرطیکہ اس پر کلمہ طیبہ، یا آیاتِ قرآنی، یا اسماء الٰہی لکھے ہوئے نہ ہوں۔ لیکن اگر لوگ اس بنا پر اُس کا از خود (نہ کہ کسی شرعی حکم اور فتوے کی حیثیت سے) احترام کریں کہ یہ اللہ کے گھر کے لیے جا رہا ہے، یا وہاں سے اُتر کر آیا ہے، تو اس احترام کو ناروا بھی نہیں کہا جا سکتا۔ یہ تو اُس نسبت کا احترام ہے جو اسے اللہ کے گھر سے حاصل ہوگئی ہے۔ اس احترام کے

لیے اللہ کی عظمت و محبت کے سوا کوئی دوسرا محرک نہیں ہے۔ اس احترام کو کوئی شخص واجب اور اس کی کسی خاص شکل کو لازم قرار دے تو غلط ہے۔ لیکن کوئی اسے مذموم ٹھیرائے اور خواہ مخواہ شرک قرار دے تو یہ بھی زیادتی ہے۔ رہی اس کی زیارت اور اس کے لیے جلوس کا اہتمام، تو وہ جس بنا پر کیا گیا اس کی وضاحت میں اوپر کر چکا ہوں۔

عید الاضحیٰ — کی — خوشی میں

تفہیم القرآن کی قیمتوں میں خصوصی رعایت

ہم عید الاضحیٰ کی خوشی میں نہایت مسرت سے اعلان کرتے ہیں کہ مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی کی تفہیم القرآن کے سلسلے میں درج ذیل خصوصی رعایت دی جائے گی۔ خریداران حضرات اس سے ۱۰ محرم ۱۳۸۳ھ تک فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

جلد اول سورۂ فاتحہ تا سورہ الانعام	۲۱ — ۲۵
جلد دوم سورۃ الاعراف تا بنی اسرائیل	۲۲ — ۷۵
جلد سوم سورہ الکہف تا سورہ الروم	۲۷ — ۵۰
محصول ڈاک	۴ — ۵۵
	۷۶ — ۰۵
خصوصی رعایت	۶ — ۰۵
	۷۰ — ۰۰

اس کے ساتھ ہی ایک سال کے لیے ماہنامہ "تعمیر انسانیت" مفت جاری کر دیا جائے گا۔ جس کا سالانہ چندہ ۵ روپے ہے۔

مکتبہ تعمیر انسانیت۔ موچی دروازہ۔ لاہور